بین المذاہب مذاکرے

کچھ امیدیں، کچھ اندیشے، کچھ وضاحتیں!

محمد عنایت اللہ اسد سبحانی

ہدایت پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرس، نئی دہلی

©جملہ حقوق محفوظ

کتاب کا نام: بین المذاہب مذاکرے: کچھ امیدیں، کچھ اندیشے، کچھ وضاحتیں!

مصنف: محمد عنایت اللہ اسد سبحانی

صفحات: 16

سن اشاعت: 2015ء

تعداد: 500

قیمت: 15-00/روپے

ناشر: **ہدایت پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرس**

F-155، فلیٹ نمبر: 204، ہدایت اپارٹمنٹ

شاہین باغ، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی۔110025

فون: 09891051676

مطبوعہ: اینچ ایس آفسیٹ پرنٹرس، دریا گنج، نئی دہلی۔2

ملنے کے دوسرے پتے:

منشورات پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرس

E-61، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی۔110025

فون: 09810650228

البلاغ پبلی کیشنز

N-1، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی۔110025

فون: 09971477664

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ادھر کچھ عرصے سے دنیا بھر میں بین المذاہب مذاکروں کا بڑا چرچا ہے، اور مختلف ملکوں میں یہ مذاکرے منعقد کیے جا چکے ہیں۔ ان مذاکروں کے سلسلے میں دو طرح کے تأثرات سامنے آ رہے ہیں۔

ایک طبقہ ان مذاکرات کو وقت کی اہم ترین ضرورت بتاتا ہے، اور عالمی حالات کے سدھار کے سلسلے میں ان سے بڑی اچھی امیدیں قائم کیے ہوئے ہے۔

اس کا خیال ہے اس وقت دنیا میں جو ہلچل مچی ہوئی ہے اور ہر طرف ظلم و تشدد کے جو واقعات ہو رہے ہیں، اس کی بنیادی وجہ آپس کی دوریاں، اور ایک دوسرے کے سلسلے میں غلط فہمیاں ہیں۔ لہذا اس صورت حال کو ختم کرنے، اور دنیا کو امن و شانتی کا گہوارہ بنانے کے لیے ضروری ہے کہ تمام مذاہب اور تمام تہذیبوں کے علمبردار آپس میں مل بیٹھ کر ایک دوسرے کو سمجھنے، ایک دوسرے سے دوستی اور بھائی چارگی کا ہاتھ ملانے، اور اسلام اور دوسرے مشرقی ادیان کے درمیان محبت کے پل تعمیر کرنے کے طریقوں پر غور کریں۔

ان کے بالمقابل دانشوروں کا ایک دوسرا طبقہ ہے جس کا سوچنے کا انداز اس سے بالکل مختلف ہے۔ وہ ان مذاکروں سے، نہ صرف یہ کہ کوئی اچھی امید نہیں رکھتا بلکہ ان کو اغیار کی طرف سے اپنے گھٹیا مقاصد کے لیے ایک سیاسی چال قرار دیتا ہے۔

اس کا کہنا ہے کہ عالمی پیمانے پر ہونے والے ان مذاکروں کا مقصد مسلم امت پر اس طرح کا ذہنی دباؤ ڈالنا ہے، کہ وہ اپنے تمام انسانی اور بنیادی حقوق سے یکسر دست بردار ہو جائے۔ دشمن چاہے اسے تاراج کرتے رہیں، اس کی نسلوں کو تباہ، اور بستیوں کو ویران کرتے رہیں، وہ اُف نہ کرے، وہ ان کے ہر ظلم کو اپنی قسمت اور اپنا مقدر سمجھے۔ اور اگر وہ شدت کرب سے اُف بھی کرے تو اسے دہشت گردی اور تشدد پسندی کا نام دیا جائے، اور بالآخر اسے